© rasailojaraid.com

محمود مرزا

سماجی تبدیلی

عوام کی فلاح کا وسط مدتی فکری خاکہ

ہماری ریاست elitist ہے، اشرافیہ کی خدمت گزار۔ کیا ہم ریاست کا ایلیٹ کردار اور معاشرے کا فیوڈل کلچر جوں کا توں رکھنا چاہتے ہیں؟ یا کیا ہم انہیں بدل کر یہ بندوبست کرنا چاہتے ہیں کہ ریاستی اور معاشرتی ترجیحات میں عوام کا مفاد پہلے نمبر پر آئے؟

زیادہ آبادی والا ترقی پذیر ملک معاشی انصاف قائم کرنے کا اہل نہیں ہوتا جب تک وہ سماجی تبدیلی کے عمل سے نہ گزرے۔ تجربے نے ثابت کیا ہے کہ روایتی زرعی معاشرے میں ''جمہوری'' (درحقیقت ایلیٹ) لیڈرشپ ترقی اور انصاف کے مابین تضاد نہیں روک سکتی جو ''ترقیاتی عمل'' کے اجرا سے واقع ہوتا ہے۔ حق یہ ہے کہ صرف سماجی تبدیلی ہی ترقی پذیر معاشرہ کو یہ صلاحیت عطا کرتی ہے کہ وہ ترقی اور انصاف کے دونوں مقاصد بیک وقت حاصل کرنے کا سامان کرے۔

ہمارے یہاں ریاست اور سماج کی طاقت جن طبقوں اور اداروں کے ہاتھ میں رہی، ان کا ریکارڈ قوم کے سامنے ہے۔ انہوں نے ریاست اور معیشت کو لوٹا، انتہا پسندی کو فروغ دیا اور عوام کو تنگدستی اور مایوسی سے دوچار کیا۔

ہمارے پلاننگ کمیشن کے مطابق 77 فیصد شہری خوراک کے 'عدم تحفظ' کا شکار ہیں۔ یہ عمومی شرح ہے۔ قدرتی آفات کی وجہ سے یہ شرح بڑھ جاتی ہے۔ خوراک کے عالمی ادارے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کے مطابق بھوک میں مبتلا افراد کی اکثریت چھوٹے کسان ہیں یا کھیت مزدور۔ وہی افراد جو خوراک پیدا کرتے ہیں۔ غیر سرکاری ماہرین کا تخمینہ ہے کہ ہمارے یہاں بیروزگاری کی شرح 12 فیصد ہے۔ اگر ہم لیبر فورس کی نچلی عمر 10 سال کی بجائے 18 سال مقرر کریں تو بے روزگاری کی شرح 20 فیصد یا زائد ہو جائے گی اور پھر جو لیبر فورس بظاہر مصروفِ کار ہے اس کا 25 فیصد حصہ جزوی بیروزگار ہے۔ آج بھی ہمارے یہاں سماجی اور معاشی ڈھانچا وہی پایا جاتا ہے جس نے ریاست اور عوام کو دلدل میں دھکیل رکھا ہے۔ گویا موجودہ سماجی ڈھانچا اور رائج معیشت و سیاست کا نظام بے وسائل عوام کی زندگی آسودہ بنانے کی صلاحیت سے عاری ہے۔

زرعی تہذیب کا سایہ

ہماری پولیٹکل اکانومی میں زراعت کی اہمیت خصوصی ہے۔ اگرچہ قومی پیداوار میں زرعی شعبے کا حصہ 21 فیصد ہے مگر 45 فیصد آبادی کا ذریعۂ روزگار براہِ راست زراعت ہے۔ تقریباً 62 فیصد شہری دیہی علاقے میں رہتے ہیں۔ غیر صنعتی دُنیا کی طرح ہمارے یہاں کلچر، عقائد اور تمدن پر دس ہزار سالہ زرعی تہذیب کا گہرا اثر ہے۔

زرعی شماریات 2000ء کے مطابق مذرعی اراضی کے 0.6 فیصد مالکوں کے پاس نجی اراضی کا 19 فیصد ہے۔ 62 فیصد مالکان پانچ ایکڑ سے کم اراضی کے مالک ہیں اور اُن کے پاس نجی اراضی کا صرف 15 فیصد حصہ ہے۔ ان میں بیشتر غربت زدہ ہیں۔ ملکیت سے محروم لاکھوں مزارع اور فارم لیبر ان کے علاوہ ہیں۔ بڑے زمیندار جن کے پاس سرکاری کاغذات کے مطابق فی فرد زرعی اراضی 100 ایکڑ یا زیادہ ہے 40 ہزار کے قریب ہیں۔ زرعی آمدن کا بیشتر حصہ ان 40 ہزار افراد کو ملتا ہے۔ ملک بالخصوص دیہی علاقوں کے سماجی اور سیاسی نظام پر ان ہی کا قبضہ ہے۔ ریاستی اقتدار میں ان کا حصہ بھرپور ہے۔ بڑے شہروں کے علاوہ لوکل گورنمنٹ بھی ان ہی کے کنٹرول میں ہے۔ زرعی اجناس پر منحصر بہت سی صنعتیں (مثلاً ٹیکسٹائل اور شوگر) ان کی ملکیت ہیں۔ یوں پاکستان میں سیاست، زراعت اور صنعت کی انٹرلاکنگ قائم ہے۔

فی الحال ہمارا معاشرہ تعلیم، ٹیکنالوجی اور معیشت کے اعتبار سے بھارتی طرز کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

غیر منصفانہ ترقی کے تقاضے بھی پورے نہیں کرتا۔ ہمارے یہاں تعلیم اور ٹیکنالوجی کا معیار پست ہے۔ خزانے میں سکت نہیں کہ قرضوں کا بوجھ اُتار سکے۔ ترقیاتی منصوبوں کے لیے وسائل نہیں۔ بجٹ اور زرِ مبادلہ کا بحران غربت پیدا کرتا ہے۔

ہمارے ملک میں صنعتکاری فیوڈل کلچر اور فیوڈل مفاد کے تحت اُبھری۔ اس لیے نیا کلچر نہیں اُبھرا۔ یہی وجہ ہے کہ مذہبی افکار نے جدید تقاضوں کے مطابق ترقی نہیں پائی۔ مذہب پر روایت پرستی کی چھاپ مستحکم ہے۔ انجامِ کار نفاذِ اسلام کے نام پر فرقہ پرستی فروغ پائی۔

معاشرے میں جدیدیت کا رجحان کمزور رہا، اس لیے کرپشن اور ٹیکس چوری کے سدِ باب کے ادارے مؤثر نہ ہوئے۔

پاکستان میں کالے دھن کی معیشت کا حجم کل قومی پیداوار کے 35 فیصد کے برابر ہے۔ اتنی بڑی بلیک اکانومی کے بڑے حصے پر ایک یا دو فیصد افراد کا قبضہ ہے۔ گویا 98 فیصد افراد مذکورہ 35 فیصد چھپی دولت سے محروم ہیں۔ کالے دھن کے مالکوں کو پاکستانی سیاست میں زبردست طاقت حاصل ہے۔

جب نمایاں تہذیبی ترقی نہ ہوئی تو تعلیم معاشرے کی توجہ کا مرکز نہ بنی۔ آج بھی تعلیم کے شعبہ پر سرکاری اخراجات قومی پیداوار کا تقریباً 2 فیصد ہیں۔ پاکستان میں ناخواندگی کی شرح تقریباً بیالیس فیصد ہے۔ باقاعدہ تعلیم یافتہ افراد کی شرح کم ہے۔ میٹرک پاس افراد 10.7 فیصد ہیں۔ نظامِ تعلیم نئے دَور کا شعور نہیں دیتا۔ ہمارے ملک میں پبلک اور پرائیویٹ سیکٹر میں کل 132 یونیورسٹیاں ہیں جبکہ جاپان کے ایک شہر ٹوکیو میں ان کی تعداد پاکستان سے آٹھ گنا ہے۔ ہمارے یہاں تعلیمی اداروں میں آزادی سے سوچنے، سوال اُٹھانے اور تحقیق کے مواقع معدوم ہیں۔

جوشیلی عوامیت بمقابلہ سماجی تبدیلی

اس صورتِ حال نے بالادست طبقے سے تعلق رکھنے والے چالاک سیاسی افراد کو موقع دیا کہ وہ غربت زدہ اور سماجی علوم میں پسماندہ عوام کا جذباتی استحصال کریں۔ انہوں نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

''جوشیلی عوامیت'' (پاپولسٹ سیاست) کو رواج دیا۔ غیر متوازن معاشی، لسانی اور مذہبی نعرے عوامی نفسیات کا حصہ بن گئے۔ یہ غیر فطری نہیں ہوتا۔ جمہوریت کی جانب بڑھتی تہذیب میں ایسا ہوتا ہے۔ مگر یہ بات خطرے سے خالی نہیں ہوتی۔ پاپولسٹ حکمران عموماً ریاستی ذمہ داریوں اور شفاف حکمرانی کے نااہل ہوتے ہیں۔ یہ بات عدلیہ اور حکمران طبقے کے مابین تضاد کا سبب بنتی ہے۔ نظم و نسق کا حال برا ہوتا ہے۔ بالادست اور متوسط طبقے تو اپنی راہ نکال لیتے ہیں، پستے عوام ہیں۔ ہمارے یہاں مشکل خصوصی ہے کہ انتہا پسند گروہوں نے امن و امان تباہ کر دیا ہے۔ معاشرے میں صلاحیت نہیں کہ ان مسائل سے نجات حاصل کرے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ پاکستان اس صلاحیت کا مالک کیونکر بنے کہ امن قائم ہو اور ملک کو ترقی اور عوام کو خوشحالی میسر آئے۔ ہمارے حالات میں ایسی صلاحیت اُجاگر کرنے کا مؤثر ذریعہ سماجی تبدیلی ہے۔ اس کی ضرورت اشد ہے کیونکہ ہمارے سماجی افکار، علوم و فنون، معیشت کا پیداواری ڈھانچا عالمی معیار سے بہت پیچھے ہیں۔ نتیجتاً عالمی طاقتیں اور عالمی تجارت ہمارا استحصال کر رہی ہیں۔ ہم بہت سا قیمتی وقت ضائع کر چکے ہیں، اس کی تلافی ہم صرف سماجی ترقی کی جست سے کر سکتے ہیں۔

سماجی تبدیلی کے کئی معانی اور بہت سے پہلو ہیں۔ کچھ پہلوؤں پر بحث آگے آئے گی۔ تبدیلی اسی وقت معنی خیز ہوگی کہ غربت دُور ہو، معیشت منصفانہ ہو، تعلیم، ہنر اور پیداواری ڈھانچا جدید بنے، فرقہ پرستی سے نجات ملے، امن قائم ہو اور معاشرہ انسان دوستی اور جمہوری استحکام کی جانب بڑھے۔ یہ اسی صورت ممکن ہے کہ نہ صرف حکمران بدلیں بلکہ نظام میں بھی تبدیلی ہو۔

سماجی تبدیلی --- چند پہلو

سوال یہ ہے کہ سماجی تبدیلی کیسے واقع ہو؟ کیا یہ اسلحہ بند طبقاتی جدوجہد کے ذریعے ہوگی؟ اسلحہ بند طبقاتی جدوجہد کا دور گزر چکا۔ عالمی گاؤں جنگ و جدل برداشت نہ کرے گا جو علاقائی امن کو برباد کرنے کا سبب بنے۔ نہ ہی پاکستان خانہ جنگی کا متحمل ہے۔ ریڈیکل زرعی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اصلاحات کے ذریعے پُرامن سماجی تبدیلی کا عمل تیز ہو سکتا تھا۔ 1970ء کی دہائی میں موزوں فضا دستیاب تھی۔ افسوس کہ پاکستان نے موقع کھو دیا۔

بہتر ہوگا کہ اب بھی سپریم کورٹ شریعت بنچ کا فیصلہ تبدل کر کے زرعی اصلاحات کا راستہ کھولا جائے۔ (مذکورہ بنچ نے زرعی اراضی کی حد بندی کو کالعدم قرار دے رکھا ہے۔) اگرچہ اکثر بڑے زمینداروں کی اراضی قانونِ وراثت کے تحت خاندان کے اندر بٹ چکی ہے مگر بہت سے بااثر زمینداروں نے ناجائز حربوں سے زرعی املاک میں اضافہ کیا ہے۔ زرعی اصلاحات کی ضرورت معاشی سے زیادہ سماجی اور سیاسی آزادی کا ماحول قائم کرنے کے لیے ہے۔ یہ خطرہ نہیں کہ زرعی اصلاحات زرعی پیداوار کم کریں گی۔ البتہ چھوٹے فارموں کے لیے موزوں ٹیکنالوجی اور کریڈٹ کی ضرورت ہوگی۔

کیا صرف اندازِ فکر اور رویے کی تبدیلی سماجی تبدیلی کے مترادف ہیں؟ نہیں۔ ہمارے یہاں اندازِ فکر کی بڑی تبدیلی آسان نہیں۔ اندازِ فکر سماج کا پرتو ہوتا ہے۔ اس پر بالادست اور روایت پرست طبقے کی چھاپ ہوتی ہے۔ البتہ جدید تعلیم اور غیر ملکوں کے مشاہدے کی وجہ سے کچھ حلقوں کی فکر بدلی ہے۔ مگر ہمارے یہاں اندازِ فکر اور سماجی تبدیلی پر آئینی شرط عاید ہے کہ پاکستانی معاشرے کی نئی تعمیر اسلام کی تعلیمات اور اقدار کے مطابق ہو۔ یہ تعلیمات کیا ہیں؟ اس کا فیصلہ نظریاتی کونسل، فیڈرل شریعت کورٹ اور سپریم کورٹ کا شریعت اپلیٹ بنچ کرتے ہیں۔ آئین کی رُو سے ہم ان معاملات کو سیاسی طور پر طے کرنے میں آزاد نہیں۔

یہ بات بھی پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ معاشرتی فکر کی تعمیر میں معاشی نظام کا اہم کردار ہوتا ہے۔ ہمارا معاشی نظام عالمی نظام سے منسلک ہے۔ ہمارے پاس اختیار نہیں کہ عالمی مالی نظام کو پاکستان کے آئینی اداروں کا پابند کریں۔ ہم یہ طاقت بھی نہیں رکھتے کہ عالمی پیداواری ڈھانچے کو پابند کریں کہ وہ کن خوبیوں کی حامل اشیا پیدا کرے اور کن اشیاء سے گریز کرے۔ الیکٹرانکس اور عالمی میڈیا ہمارا تہذیب و تمدن بدل رہا ہے۔ گویا آئین ہمیں ایک جانب کھینچتا

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ہے اور ہائی ٹیک دور کی حقیقتیں دوسری جانب۔

ہمارے یہاں یہ سیاسی فکر موجود ہے کہ گڈ گورننس سماجی تبدیلی کا دوسرا نام ہے۔ گڈ گورننس یقیناً ہماری ضرورت ہے۔ مگر فیوڈل رویوں کے حامل معاشرہ میں گڈ گورننس آسان نہیں۔ فرض کریں گڈ گورننس رائج ہو جائے تو ایک بار حالات کچھ سدھر سکتے ہیں مگر غربت پھیلانے والا بحران جو آج درپیش ہے، کسی نہ کسی شکل میں پھر سر اُٹھائے گا۔ (امریکا اور یورپ کی گڈ گورننس معاشی بحران کو نہ روک سکی۔)

سماجی تبدیلی کا وہی پروگرام بامعنی ہوتا ہے جو ان وجوہ کا قلع قمع کرے جو غربت کا سبب ہیں۔

اب سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی نے انسان کو اتنی صلاحیت بخش دی ہے کہ غربت اور بھوک سے نجات پا سکے لیکن ہمارے یہاں یہ مصائب بھرپور موجود ہیں۔ غربت اور بھوک ختم کرنے کی صلاحیت کو کون روک رہا ہے؟ روکنے والے معاشی اور سیاسی ادارے اور پالیسیاں ہیں اور وہ افراد اور طبقات ہیں جو اُن پر اختیار رکھتے ہیں۔

سماجی تبدیلی --- کیسے ہو

پاکستان میں تبدیلی کو رُو بہ عمل لانے کے بارے میں میرا تصور سماجی سیاست کا ہے۔ سماجی سیاست کے اُمیدوار عوام کی خدمت کے ذریعہ مقامی سطح پر عوام کو متحرک کریں کہ وہ اپنی مدد آپ کے اصول کے مطابق اپنی زندگی سدھاریں۔ سماج سدھارنے کے عمل کے دوران عوام کی فکری تربیت کا انتظام ہوگا۔ یہ عمل اور فکری تربیت نیا اعتماد، نئی راہ اور نئی قوت کو جنم دیں گے۔ اس تحریک کی قیادت عمومی طور پر متوسط اور پسماندہ طبقہ کو حاصل ہوگی۔ یہ تحریک نئے معاشرے کی تعمیر کا ایجنٹ بنے گی۔ اس تحریر کا بنیادی پیغام یہی ہے۔

یہ پروگرام سماج کی ساخت بدل دے گا۔ غربت کی وجوہ کا قلع قمع کر دے گا۔ متوسط طبقے کو وسیع اور مستحکم کر دے گا اور بڑے زمینداروں، سجادہ نشینوں، روایت پرستوں اور ناجائز دولت کے مالکوں کو سماجی زندگی میں پیچھے دھکیل دے گا۔ اس مرحلے تک پہنچنے کے لیے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بڑی جدوجہد درکار ہوگی۔ مروجہ جمہوری نظام اتنی آزادی ضرور مہیا کرتا ہے کہ مخالف سیاسی پروگرام پنپ سکے۔

آیئے اب سماجی تبدیلی کے کلچرل پہلو پر غور کریں۔ کلچر کو تاریخ، روایات اور ان کی معاشی اور سماجی بنیادوں سے الگ نہیں کیا جاسکتا۔ ان بنیادوں نے ہمارے یہاں ایلیٹ کلچر پیدا کیا۔ اس کلچر کی نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اس نے حکمران طبقے کو ایسی طاقت اور رویے کا مالک بنایا کہ وہ دوسروں کی دولت پر قبضہ جمائے۔ یہ دولت ریاست کی ہوتی ہے، قبیلے کی ہوتی ہے اور عام شہریوں کی ہوتی ہے۔ پھر ہمارے معاشرے میں تنگ نظر فرقہ پرستی کا عمومی رویہ موجود رہا ہے۔ ہمارے حکمرانوں نے بڑی کاوشوں سے اسے متشدد بنایا۔ اب قبضہ جمانے اور متشدد فرقہ پرستی کے رویتے مل کر امن وامان اور معاشی بحران کا سبب بنے ہوئے ہیں۔

کوئی کلچر متوسط طبقے میں جڑیں قائم کیے بغیر پروان نہیں چڑھا کرتا۔ ضرورت ہے کہ متوسط طبقے میں لوٹ مار اور بہیمانہ تشدد کے رویتے کی جگہ انسان دوستی کا کلچر اُجاگر کیا جائے۔ کیسے؟ اس سلسلہ میں منصفانہ معیشت کے تصور کے ساتھ سماجی خدمت کا پروگرام پیش ہے۔ یہ دونوں خصوصیات مل کر امن، ترقی اور عوام کی فلاح کا نیا کلچر اُجاگر کریں گے۔ یہ کلچر متوسط طبقے کے بڑے حصہ کو عوام کے قریب کردے گا۔

متوسط طبقہ جس قدر عوام کے قریب ہوگا اسی قدر بالادست طبقہ اثر و رسوخ کے اعتبار سے کمزور ہوگا۔

سماجیاتی ترقی کا تصور

پاکستان کی ترقی کے بارے میں میرا تصور سماجیاتی ہے۔ سماج کا ہر شعبہ--- معاشی اور غیر معاشی--- ترقیاتی عمل میں اپنا کردار ادا کرے۔ یوں کہیے کہ معاشرے کا ہر شعبہ ترقیاتی عمل میں شرکت کرے۔

معاشی عمل میں کردار ادا کرنے والے شعبے اور عوامل مندرجہ ذیل ہوں گے:

(الف) نجی سیکٹر روشن خیال مفاد کے ساتھ پیداواری عمل کو آگے بڑھائے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

(ب) حکومت منصوبہ سازی کرے، معاشی انصاف پروموٹ کرے، معیشت کو ریگولیٹ کرے، انفراسٹرکچر تعمیر کرے اور پبلک سیکٹر پیداواری عمل میں شریک ہو۔

(ج) سماجی آجر (Social Enterprenuer) قومی اور انسانی خدمت کے جذبے سے ترقیاتی خدمات سرانجام دیں۔

(د) سماجی تنظیمیں رضا کارانہ سماجی شعبوں میں ترقیاتی خدمات سرانجام دیں۔

(ر) جب ترقی اور خوشحالی کا پروگرام عوام میں مقبولیت حاصل کرلے اور سماجی خدمت بجا لانے والی قیادت مؤثر طاقت بن جائے تو وہ قوم کو آمادہ کرسکتی ہے کہ وہ معیشت کی ڈاکومنٹیشن میں تعاون کرے، صاحبِ استعداد افراد بچت بڑھائیں اور پیداواری شعبوں میں انویسٹ کریں تاکہ قومی پیداوار بڑھے۔ مَیں اسے تحریکی معاشیات (Motivational Economics) کہتا ہوں۔

ایسے معاشی پروگرام کے لیے موزوں سیاسی نظام سماجی جمہوریت ہے۔ وضاحت آگے آئے گی۔

سماجی سیاست اور معیشت

معیشت کو کلی طور پر مارکیٹ فورسز کے رحم وکرم پر نہ چھوڑا جائے گا۔ حکومت معاشی استحکام اور انصاف کے فروغ کے پیشِ نظر مالی اور دوسرے معاشی شعبوں کو ریگولیٹ کرے گی۔ نیولبرل اکنامک پالیسی اور فنانس کیپٹل کی چالبازیوں کی وجہ سے دونوں سطحوں، عالمی اور طبقاتی، پر دولت کی تقسیم میں عدم مساوات بڑھی، نتیجتاً معاشی بحران نے جنم لیا۔ ماہرین اس لیے ناکام ہیں کہ سیاسی حکمران حل میں حائل ہیں۔ حکمران بحران کو (جو عالمی ہے) تنگ نظر قومی اور طبقاتی مفاد کے دائرے میں حل کرنا چاہتے ہیں۔ (یہ مفاد دراصل فنانس کیپٹل کا ہے)۔ یہ حکمران اندرونِ ملک رفاہی ریاست کا دائرہ سکیڑ رہے ہیں۔ اس کے خلاف امریکی اور یورپی عوام شدید ردِعمل کررہے ہیں۔ مگر حکمران رائج نظام کے دائرے میں عوام کو مطمئن کرنا چاہتے ہیں۔ جبکہ ضرورت نظام میں بنیادی اصلاحات کی ہے۔ حکمران اصلاحات کو پسِ پشت ڈالیں گے۔ نتیجتاً

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بحران بار بار نمودار ہوگا۔ بالآخر حکمران مجبور ہوں گے کہ اصلاحات کی طرف بڑھیں۔ یوں ترقی یافتہ ملکوں میں معیشت اور سیاست کا نیا نظریہ اور نظام اُبھرے گا۔

پاکستان کے لیے معاشی نظام کے خطوط پیش کرتے وقت یہ تصور کیا گیا ہے کہ ہمارے یہاں اقتدار سماجی سیاستدانوں کے پاس ہے۔ (سماجی سیاستدان کی وضاحت آگے درج ہے۔) ہم سماجی ارتقا کی جس منزل سے گزر رہے ہیں اس میں معیشت مخلوط ہوگی۔ پبلک سیکٹر کے صنعتی، مالی اور تجارتی اداروں کی انتظامیہ بہرصورت پروفیشنل ہوگی۔ وزرا اور سرکاری اہلکاروں کا ان کے انتظامی معاملے میں عمل دخل نہ ہوگا۔ پبلک سیکٹر ایک جانب پیداواری ڈھانچے کو مضبوط کرے گا، دوسری جانب نجی شعبے کو من مانی سے روکے گا۔ (اگر پبلک سیکٹر کے اداروں کو انتظامی آزادی میسر نہ ہوئی تو نجی شعبہ اسے ہڑپ کر جائے گا۔)

نجی شعبہ کی اہمیت مسلمہ ہے۔ بڑی صنعتوں اور معیشت کے ہر شعبہ کو جدید علوم پر استوار کیا جائے گا۔ تیز ترقی اور زیادہ پیداوار کا ذریعہ یہی ہے۔

سماجی سیاستدانوں کے دورِ اقتدار میں سرکاری مالی اداروں اور پبلک اور پرائیویٹ پارٹنرشپ میں صنعتی اداروں کا کردار موجود ہوگا۔

جیسا کہ پہلے ذکر کیا گیا مجوزہ معاشی ڈھانچے کا ہمرکاب سیاسی نظام سماجی جمہوریت ہے۔ سماجی جمہوریت مروجہ جمہوری نظام کی اصلاح شدہ شکل ہے۔ جمہوریت کا معروف نظام صنعتی دور کی تنگ نظر قوم پرستی کے زمانے میں مغرب میں پروان چڑھا تھا۔ سرمایہ پرست طبقہ کو سماج میں بالادستی حاصل رہی۔ اسی طبقہ کو اب بھی بالادستی حاصل ہے مگر نالج کی اساس پر قائم اُبھرتی عالمی معیشت کے کئی تقاضے نئے ہیں مثلاً امن اور شفاف ماحول۔ عالمگیریت کے دور میں بھائی چارے کی ضرورت اُجاگر ہوئی ہے۔ ان اُبھرتی ضرورتوں کے پیشِ نظر زندگی تدریجاً نیا اسلوب اختیار کرے گی۔ سرمایہ دارانہ نظام ایک بار پھر فلاحی پروگرام کو توسیع دینے پر مجبور ہوگا۔

تاہم زیرِ نظر سطور میں بحث پاکستان کے معاملات سے ہے۔ ہمارے یہاں سماجی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سیاست کی ضرورت دوسری وجوہ سے ہے یہ کہ بالادست طبقے کے سیاستدانوں کو سیاسی میدان میں پیچھے دھکیلا جائے تاکہ ملک میں غربت کی وجوہ دُور کرنے کے لیے میدان ہموار ہو، ترقی کے ساتھ سماجی انصاف کی صلاحیت اُجاگر ہو اور معاشرہ جمہوری استحکام کی طرف بڑھے۔

سماجی سیاستدان کی تعریف

سماجی سیاستدان ایسا سیاستدان ہے جس نے عملاً سماجی خدمت کی ہے۔ سماجی خدمت سرانجام دینے والے عموماً عملی سیاست میں حصہ نہیں لیتے۔ ہر فرد سیاسی مزاج نہیں رکھتا۔ مگر یہاں یہ تجویز پیش کی گئی ہے کہ سیاسی مزاج رکھنے والا فرد سیاسی میدان میں کودنے سے پہلے سماجی خدمت سے رہبری کی شروعات کرے اور ثابت کرے کہ وہ خدمت کے جذبے سے سرشار ہے۔

اہم بات خدمت کی نوعیت ہے۔ ترقیاتی ابلاغیات کے ماہر پروفیسر ڈاکٹر مجاہد منصوری کے مطابق سماجی خدمت کی دو خصوصیات ہونی چاہئیں۔ پہلی یہ کہ اس کے ذریعہ عام آدمی کی زندگی میں بہتری اور آسودگی واقع ہو۔ دوسری یہ کہ بہتری کے لیے جو عمل جاری ہو اس میں علاقے کے رہنے والے حصہ لیں۔ گویا عوام اپنی مدد آپ کے ذریعہ اپنی تقدیر بدلیں۔

اگر عام آدمی شرکت نہ کرے گا تو اس میں سماج بدلنے کی صلاحیت پیدا نہ ہوگی۔

سماجی ترقی کے لیے جو تنظیمیں خدمت کے میدان میں اُتریں، اُن کے مابین ربط ہونا چاہیے۔ اس سلسلے میں رابطے اور فکری رہنمائی کے لیے کوئی تنظیم اپنی رضاکارانہ خدمات پیش کرے۔

ریاستی اختیارات کی ڈی سینٹرلائزیشن

سماجی سیاست کا ایک لازمہ ریاستی اختیارات کی ڈی سنٹرلائزیشن ہے۔ جو امور نچلی سطح پر سرانجام پاسکیں ان میں اوپر کے ریاستی ادارے کا دخل نہیں ہونا چاہیے۔

ریاستی اختیارات کی ایسی تقسیم فیوڈل ذہنیت کی مالک لیڈرشپ کو قبول نہیں۔ یہ لیڈرشپ چاہتی ہے کہ ہر قسم اور ہر سطح کا ریاستی ادارہ اس کے تابع ہو۔ بہتر ہوگا کہ دوسرے ریاستی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اداروں کی طرح لوکل گورنمنٹ کے اختیارات کی وضاحت بھی آئین میں درج کردی جائے۔لوکل گورنمنٹ کا کامیاب ادارہ ایسے لیڈر سامنے لائے گا جن میں عوام کے بنیادی مسائل حل کرنے کی صلاحیت ہوگی۔

سماجی انصاف کیونکر؟

آیئے اب معاشی انصاف کی بات کریں۔ انصاف سے مراد کیا ہے؟ اسے چھ نقاط میں بیان کیا جا سکتا ہے۔ پہلا یہ کہ غربت ختم کرنے کے لیے ان وجوہ کا قلع قمع کیا جائے جو غربت کا سبب ہیں۔ (وجوہ ضمیمہ میں درج ہیں)

دوسرا یہ کہ سماجی انصاف کا تقاضا ہے کہ پیداوار بڑھے۔ یہ کام نئے دور کا شعور، جدید تعلیم اور جدید ٹیکنالوجی طلب کرتا ہے۔

تیسرا یہ کہ حکومت جو ریونیو اکٹھا کرے اس کا معتد بہ حصہ ترقیاتی اور فلاحی مقاصد کے لیے مختص کرے۔

چوتھا نقطہ یہ ہے کہ چھوٹے صنعتی یونٹوں اور چھوٹے زرعی فارموں کی ترقی کے لیے ریاست خصوصی حکمتِ عملی اختیار کرے تا کہ متوسط طبقہ کی سماجی، معاشی اور سیاسی طاقت بڑھے۔

پانچواں نقطہ یہ ہے کہ رضاکارانہ تنظیمیں سماجی خدمت کے ذریعے ترقیاتی کام سرانجام دیں۔

چھٹا نقطہ یہ ہے کہ کرپشن اور ٹیکس سے چھپی دولت کی بالادستی حتیٰ الامکان ختم کی جائے۔

جیسا کہ پہلے بیان کیا گیا، عالمی سطح پر ''بعداز صنعتی'' دور میں فنانس کیپٹل کی سٹہ بازی اور دوسری ریشہ دوانیوں کی وجہ سے دولت کی تقسیم انتہا درجہ کی غیر منصفانہ ہو چکی ہے۔ اس بات نے عالمی معاشی بحران کو جنم دیا۔ اس کا اثر پاکستان پر بھی پڑا ہے۔ پاکستان کے دانشوروں، سول سوسائٹی، سیاسی کارکنوں اور عوام کو عالمی تحریک سے تعاون کرنا چاہیے جو فنانس

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کیپٹل کو ریگولیٹ کرنے کے لیے جاری ہے۔

منصفانہ معیشت میں حکومت کا کردار اہم ہوتا ہے۔ مالیات کے نظام کو شفاف بنانے کے ساتھ حکومت کو ٹیکس نظام نئے سرے سے استوار کرنا ہوگا۔ آج ٹیکس کی وصولی قومی پیداوار کے نو فیصد کے برابر ہے، نیا ٹیکس نظام، ترقیاتی عمل اور نیا سماجی رویہ مل کر اس شرح کو بتدریج بلند کریں گے۔ اس طرح ریاست کی مالی استطاعت بڑھے گی اور وہ اس قابل ہو جائے گی کہ رفاہی خدمات سرانجام دے سکے۔

رفاہی کام مقامی سطح پر بہتر سرانجام پاتے ہیں۔ چنانچہ لوکل گورنمنٹ کا نظام مؤثر ہونا چاہیے۔

ممکن ہے کوئی دوسری برسرِ اقتدار سیاسی پارٹی عوام کا جھکاؤ دیکھ کر اس پروگرام کے لیے درکار قانون سازی کر لے۔ غالباً وہ عملدرآمد میں مطلوبہ کمٹمنٹ اور سنجیدگی کی مالک نہ ہوگی جو سماجی سیاستدانوں کی ہے۔ چنانچہ ان کے قوانین بڑا اثر مرتب نہ کریں گے گویا سماجی سیاستدانوں کا کردار بہرصورت درکار ہوگا۔

اگر یہ امکان ہو کہ موجود پارٹی کو کرپٹ اور بالادست طبقے کے قبضے سے نجات مل سکتی ہے تو سماجی سیاست دان معاشرے میں اپنی طاقت منوا کر اس پارٹی میں شمولیت اختیار کر لیں، بصورتِ دیگر انہیں مناسب وقت پر الگ سیاسی پارٹی قائم کرنی ہوگی۔

ترقی بذریعہ رضا کارانہ سماجی خدمت

پسماندگی میں مبتلا معاشروں میں منصفانہ سماجی ترقی کے سلسلے میں مندرجہ ذیل رضا کارانہ اقدامات لازمی ہیں۔ ہمیں معاشی شعبہ میں ذاتی منفعت کے لیے کام کرنے والے آجروں کے ساتھ بے نفس سماجی آجروں (Social Enterprenuer) کی ضرورت ہے۔ بنگلہ دیش میں سماجی آجروں کو غربت سے نبرد آزما ہونے میں قابلِ ذکر کامیابی ہوئی ہے۔ خوشی کا مقام ہے کہ ہمارے یہاں بھی معاشی شعبے میں رضا کارانہ خدمت کے ذریعے ترقی کا سامان ہوا ہے۔ ہمارے یہاں متعدد سماجی آجر ابھرے ہیں۔ اس کی اچھی مثال ڈاکٹر امجد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ثاقب ہیں جو فری مائیکروکریڈٹ فراہم کر کے پسماندہ عوام کی معاشی ترقی کا سامان کر رہے ہیں۔ سماجی ترقی کا ایک اور ذریعہ فری یا سستی تعلیم کا فروغ ہے۔ تعلیم ایسی ہونی چاہیے جو جدید دور کا شعور دے۔ اس شعبہ میں خدمت کی اچھی مثال جناب طاہر یوسف نے قائم کی ہے۔ یہ دونوں مثالیں پسندیدہ اور اہم ہیں۔ تاہم یہ سماجی خدمتگار اس ضرورت کو پورا نہیں کرتے کہ معاشرے میں سماجی سیاستدانوں کی طاقت تیزی سے بڑھے۔ البتہ وہ سماجی ترقی کے اہم تقاضے پورے کر رہے ہیں۔ ان کی خدمات سماجی سیاستدانوں کی طاقت بڑھانے میں بالواسطہ مفید ہوں گی۔

سماجی سیاست کے اُمیدواروں کی ذمہ داری سب سے زیادہ ہے۔ انہیں چاہیے کہ آگے بڑھیں، عوام کی شرکت سے فری یا سستے سکول اور ڈسپنسریاں قائم کریں، گلی، محلوں اور گاؤں کی صفائی کا انتظام کریں، ماحول کو صاف بنائیں، کھیاں مچھر اور گندگی کے ڈھیر ختم کرنے کے لیے مہم چلائیں۔ ان معاملات کی ذمہ داری متعلقہ حلقے کے رہنے والوں کی ہوگی۔ عملی دلچسپی سے ان میں اپنی تقدیر خود سنوارنے کا اعتماد اور جذبہ اُجاگر ہوگا۔ یہی بات اس تحریر کا اہم نکتہ ہے۔

اس مہم میں دانشور اور میڈیا کا کردار بہت اہم ہے۔

یہ کام مثبت ہیں۔ عوام کی شرکت سے ایسے کام معاشرے میں مثبت رویہ اُبھاریں گے۔ لوٹ کھسوٹ کا کلچر کمزور ہوگا۔ مثبت رویہ امن کو فروغ دے گا اور انسان دوستی کے جذبے کو اُبھارے گا۔ امن اور مثبت سماجی رویہ مل کر سماجی اور معاشی ترقی کا باعث ہوں گے۔

تبدیلی کے ایجنٹ

مختصراً سماجی تبدیلی کے مجوزہ پروگرام کو بروئے کار لانے کے چھ عوامل ہیں۔ پہلا سماجی سیاستدان، دوسرا جدید تعلیم، نیا شعور، تیسرا سماجی آجر، چوتھا سماجی خدمت (ہسپتال، شفاف ماحول وغیرہ)، پانچواں تبدیلی کی سوچ پھیلانے والے دانشور اور میڈیا اور چھٹا فلاحی ریاست۔ اس پروگرام کو بروئے کار لانے کے لیے پہلے پانچ عوامل کو ایک ڈیڑھ دہائی صبر آزما

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جدوجہد کرنا ہوگی۔ ہتھیلی پر سرسوں نہیں جمے گی۔ جتنا ربط پہلے پانچ عوامل میں بڑھے گا سماجی تبدیلی کی سیاست کا اثر اتنا بڑھے گا۔ اس کے نتیجے میں چھٹا عامل (فلاحی ریاست) وجود میں آ جائے گا۔

فلاحی ریاست، سماجی قیادت اور مذکورہ دوسرے عوامل مل کر پورے معاشرے کو انسانی فلاح کے رویہ سے چلائیں گے۔ یہاں تجویز کردہ معیشت بحران سے دوچار نہ ہوگی جس طرح رائج معیشت سرمایہ پرست رویوں کی وجہ سے ہے۔

ضمیمہ:

غربت کے اسباب

یہ مختصر تحریر غربت کے اسباب کی لمبی بحث کی متحمل نہیں۔ تاہم اس سے صرفِ نظر بھی ممکن نہیں۔

غربت کی بنیادی وجہ آبادی میں تیز اضافہ ہے۔ معیشت موجودہ شکل میں بڑھتی ہوئی افرادی قوت کو روزگار مہیا نہیں کر سکی۔

پہلی توجہ خوراک پیدا کرنے والے شعبے کاشتکاری کی طرف جاتی ہے۔ ملکیت کے چھوٹے یونٹ قانونِ وراثت کے تحت بہت چھوٹے ہو گئے ہیں وہ مالکوں کی کفالت نہیں کرتے۔

بہت چھوٹے کاشتکاروں اور روزگار سے محروم دوسرے افراد کے لیے روزگار کے متبادل مواقع میسر نہیں۔ صنعتی سرمایہ کاری ضرورت سے کہیں کم ہے۔ یوں بھی جدید ٹیکنالوجی پر منحصر بڑی صنعتوں کی افرادی قوت کی طلب محدود ہے۔ متوسط اور چھوٹے کارخانے حسبِ توقع فروغ نہیں پائے۔ سروسز سیکٹر کی ترقی زرعی اور صنعتی اشیا کی مارکیٹ کا دائرہ وسیع ہونے سے مشروط ہے۔ یہ دائرہ کم پیداوار کی وجہ سے لامحدود نہیں۔ گویا موجودہ شکل میں معیشت کے سارے شعبے مل کر بھی اس قابل نہیں کہ بڑھتی آبادی کو روزگار مہیا کر سکیں۔

ہمارے یہاں تعلیم اور ہنر کا پست معیار معیشت کو جدید بنانے میں بڑی رکاوٹ ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرپشن اور ٹیکس چوری کا کلچر حکومت کے وسائل کم کر دیتے ہیں۔ ترقیاتی منصوبے رُک جاتے ہیں۔ نتیجتاً بیروزگاری اور غربت بڑھتی ہے۔

روز افزوں آبادی، سست رو معیشت، بجٹ اور زرِ مبادلہ کے بحران کے نتیجے میں مہنگائی اور بیماری بڑھی۔ یوں غربت میں اضافہ ہوا۔

اگلا نتیجہ جرائم اور تہذیبی پسماندگی کی شکل میں ظاہر ہوا۔ یہ بات مسلمہ ہے کہ جرائم منظم اور گھناؤنی شکل تب اختیار کرتے ہیں جب مجرموں کو مقامی سیاستدانوں اور کرپٹ انتظامیہ کی اشیرباد میسر ہو۔ یہ صورتِ حال معاشی عمل کی راہ میں مشکلات کھڑی کر کے بیروزگاری اور غربت کا سامان کرتی ہے۔

ہمہ گیر تنزل کا یہ سلسلہ منقطع کیے بغیر غربت کا مسئلہ حل نہیں ہو سکتا۔

ضرورت یہ ہے کہ سیاست، معیشت اور انتظامیہ اس صلاحیت کے مالک بنیں کہ وہ ترقی اور انصاف کے تقاضے بیک وقت پورے کر سکیں۔ یہ صلاحیت حاصل کرنے کی پیشگی شرط ہے کہ نئی فکر، نئی قیادت، سماجی سیاست، سماجی معیشت اور بہتر انتظامیہ وجود میں آئیں۔

ہم اسے سماجی تبدیلی کہتے ہیں۔

© rasailojaraid.com